نظرات

سخت افسوس ہے گذشتہ ماہ فروری کی ۲۵ تاریخ کو مولانا امتیاز علی خاں صاحب عرشی بھی ۷۷ برس کی عمر میں اپنے وطن رامپور میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر اس عالم فانی سے رخصت ہو گئے، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن، مرحوم کی شہرت کا آغاز اول اول غالبیات کے ماہر کی حیثیت سے ہوا، انھوں نے غالب کے دیوان اور خطوط پر جو تحقیقی مقالات لکھے، انھوں نے اردو زبان و ادب کے حلقہ میں دھوم مچا دی، وہ بیک وقت عربی، فارسی اور اردو تینوں زبانوں اور ان کے ادب کے نامور مبصر و محقق تھے،

وہ رامپور میں ۱۹۰۴ء میں پیدا ہوئے۔ رامپور پٹھانوں کی مشہور بستی ہے جو افغانستان کے مختلف قبیلوں سے منسوب ہیں، مرحوم کا خاندانی تعلق حاجی خیل قبیلہ سے تھا جو یوسف زئی قبیلہ کی ایک شاخ ہے، ابتدائی تعلیم مطلع العلوم نامی ایک مقامی مدرسہ میں پائی۔ اسی زمانہ میں پنجاب یونیورسٹی سے عالم کا امتحان پاس کیا پھر اورنٹیل کالج، لاہور میں داخلہ لے کر اوّلاً مولوی فاضل کا اور اس کے بعد منشی فاضل کا امتحان پرائیوٹ طور پر دیا اور دونوں امتحانوں میں درجہ اول میں کامیاب ہوئے، رامپور واپس آ کر مدرسۂ عالیہ کی اونچی کلاس میں داخل ہوئے اور اس سے سند فراغ لی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد چند دنوں ندوۃ العلماء کے سفیر رہے۔ اس سے بیزار ہو کر مستعفی ہوتے تو تجارت کرنے لگے، نا تجربہ کاری کے باعث اس میں گھاٹا ہوا تو دامن جھاڑ کر اس سے بھی الگ ہو گئے۔ آخر ۱۹۳۲ء میں رامپور کا مشہور زمانہ کتب خانہ جو تقسیم کے بعد رضا اسٹیٹ لائبریری کہلاتا ہے اس سے بحیثیت ناظم کے وابستہ ہوئے۔

کتب خانہ کے ساتھ ان کی یہ وابستگی زندگی کے آخری سانس یعنی کم و بیش نصف صدی تک باقی رہی۔ اس مدت میں انھوں نے کتب خانہ کی کیسی عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ملازمت سے سبکدوشی کے عام قانون سے مستثنیٰ کر کے گورنمنٹ نے آرڈر دے دیا تھا کہ وہ تاحین حیات اپنے عہدہ پر برقرار رہیں گے، حقیقت یہ ہے کہ عرشی صاحب کو کتب خانہ کے ساتھ محبت نہیں عشق تھا، انھوں نے اپنی زندگی کی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں کتب خانہ کی خدمت کے لیے وقف کر رکھی تھیں جس کی وجہ سے آج کتب خانہ مشرق و مغرب کے ارباب علم و تحقیق کے لیے کعبۂ آمال و امانی کی حیثیت رکھتا ہے اور ہندوستان کے لیے سرمایۂ افتخار بنا ہوا ہے، دوسری طرف کتب خانہ نے عرشی صاحب کو ایسا چمکایا اور جگمگایا کہ ان کا شمار عربی، فارسی اور اردو کے بلند پایہ محققین و مبصرین میں ہونے لگا، ۱۹۶۵ء میں مرحوم کے اعزاز میں ایک ضخیم کتاب نذر عرشی کے نام سے شائع ہوئی تھی، جس کا اجراء صدر جمہوریہ ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم نے کیا تھا، اس کتاب میں مرحوم کے خلف الرشید اکبر علی خان صاحب نے نگارشاتِ عرشی کی جو طویل فہرست نقل کی ہے اگرچہ وہ جامع نہیں ہے تاہم اس سے اندازہ ہوگا کہ مولانا مرحوم نے عربی، فارسی اور اردو کے کیسے اور کتنے نادر مخطوطات کو اڈٹ کیا اور کتنے اہم موضوعات پر نہایت پُر مغز مقالات لکھ کر دادِ تحقیق دی۔ اس فہرست سے یہ بھی معلوم ہوگا کہ مولانا کی نگارشات کا ایک بڑا اور نہایت اہم حصہ وہ ہے جو اب تک زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہو سکا ہے۔ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مولانا نے تحقیق و تنقید کا جو بلند معیار قائم کیا ہے وہ اس میدان کے نوجوان رہ نوردوں کے لیے ایک مینارۂ روشنی کا حکم رکھتا ہے۔"

مرحوم جس مرتبہ اور پایہ کے عالم و فاضل اور محقق تھے۔ بحیثیت ایک انسان کے بھی اعلیٰ مکارم

اخلاق و فضائل کے حامل تھے، نہایت خندہ جبین، شگفتہ رو، متواضع اور منکسر المزاج ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور محبت، ان کی فطرت بے لوث و بے غرض، طمع اور ریا سے نفور۔ اخلاص و وفا کے پیکر! ہمہ شرافت اور مجسمہ وضعداری و مروت، قیام کلکتہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ راقم الحروف سخت بیمار ہو گیا۔ جب کچھ صحت ہوئی تو ڈاکٹروں نے کسی پہاڑ پر جانے کا مشورہ دیا۔ میں نے ایک ماہ کی رخصت لی اور نینی تال چلا آیا۔ اور ایک ہوٹل میں مقیم ہو گیا۔ دلی سے مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی اور بھائی مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی عیادت کے لیے نینی تال آئے۔ مولانا عرشی ماسکو (روس) گئے ہوئے تھے، جس دن وہ اس طویل سفر سے رامپور واپس آئے اور انھیں میری علالت کا حال معلوم ہوا اسی روز شام کو روانہ ہو کر نینی تال پہنچ گئے اور تین چار دن ہوٹل میں میرے ساتھ مقیم رہے۔ مولانا کے اس کرم بے غایت کی لذت آج تک دل کی امانت ہے، ایک میں نہیں سب دوستوں کے ساتھ ان کا معاملہ یہی تھا۔

دس بارہ برس سے دل کے بیمار تھے، دو مرتبہ شدید دورہ ہو چکا تھا۔ اس لیے رفتار و گفتار اور روزمرہ کے معمولات میں بڑے محتاط ہو گئے تھے، سفر بالکل ترک کر دیا تھا لیکن اس عالم میں بھی کتب خانہ کا کام پابندی سے کرتے رہے۔ چنانچہ کتب خانہ کے مخطوطات کی تشریحی فہرست جو اب تک متعدد جلدوں میں شائع ہو چکی ہے اس کا ایک بڑا حصہ اسی زمانہ میں مرتب ہوا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ مولانا عرشی کا حادثۂ وفات علم و ادب کی دنیا کا ایک عظیم حادثہ ہے جس کی تلافی ایک عرصہ تک نہ ہو سکے گی، عقیدہ اور عمل کے اعتبار سے صف اول کے مسلمان تھے۔ نماز روزہ کے پابند اور شعائر اسلام کا بڑا احترام ملحوظ رکھتے تھے۔

اللھم اغفرلہ وارحمہ وبرّد مضجعہٗ